تحصیل: ادارہ معارفِ اسلامی کراچی۔جلد:۱شمارہ:۱ جولائی۔دسمبر ۲۰۱۷ء

تبصراتی مقالہ

پاکستان میں جماعت اسلامی کا حلقۂ خواتین: حامیانِ نوجدیدیت؟

جاوید احمد خورشید*

اس تعارف میں امینہ جمال کی تصنیف Jamaat-e Islami Women in Pakistan: Vanguard of a New Modernity کے مندرجات، مصنفہ کا زاویہ نگاہ اور محرکات پر طالب علمانہ صراحت مقصود ہے۔امینہ جمال ٹورنٹو میں موجود ریئرسن یونی ورسٹی (Ryerson University) کے شعبہ سماجی علوم (Department of Sociology) سے بہ حیثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر وابستہ ہیں۔انھوں نے اپنی اس کتاب کو اپنے والدین مولانا جمال میاں فرنگی محلی اور کنیز فاطمہ اثر اور ان کے آباؤ اجداد کے نام انتساب کیا ہے۔یہ کتاب مصنفہ کے پوسٹ ڈاکٹریٹ (postdoctorate) کے لیے تحریر کردہ مقالے پر مبنی ہے۔اس منصوبے پر کام کرنے کے لیے مصنفہ کو کینیڈا کی ریسرچ کونسل برائے سماجی علوم (Social Sciences and Humanities Research Council of Canada) اور ریئرسن یونی ورسٹی کی جانب سے مالی مدد میسر آئی۔

۳۳۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کے مندرجات[۱] کی صراحت کچھ یوں ہے کہ کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ساتواں باب نتائج پر مبنی ہے۔کتاب کا آغاز ۵۱ صفحات پر مبنی تفصیلی تعارف سے ہوتا ہے۔ابواب کے بعد ایک ضمیمہ، فرہنگ الفاظ و معنی، کتابیات اور موضوع وار فہرست شامل ہے۔ ضمیمے میں خواتین کے حقوق کا اسلامی چارٹر (Islamic Charter of Women's Rights) کی نشان دہی کی گئی ہے جسے جماعت اسلامی کے خواتین ونگ نے کتابچے کی صورت میں شائع کیا تھا جس پر تاریخ اشاعت موجود نہیں۔اس ضمیمے میں خواتین کے حقوق کی صراحت ان چار اقسام کے طور پر ملتی ہے: خواتین کے معاشی حقوق؛ خواتین کے سماجی حقوق؛ خواتین کے سیاسی حقوق اور خواتین کے قانونی حقوق۔

اس کتاب کو کراچی سے آکسفرڈ یونی ورسٹی پریس نے شائع کیا ہے جس پر اس کتاب کا سال اشاعت ۲۰۱۷ء رقم ہے جب کہ یہ کتاب کراچی میں دسمبر ۲۰۱۶ء میں ہونے والے کتابی میلے میں فروخت کے لیے موجود تھی۔عام طور پر

* محقق، ادارہ معارفِ اسلامی، کراچی

معروف ناشرین سرورق کے ڈیزائن کے خالق کا نام دینا ضروری سمجھتے ہیں۔اس کتاب میں اس حوالے سے کچھ رقم نہیں کیا گیا ہے۔اس کتاب کو سراکیوس یونی ورسٹی پریس (Syracuse Unveristy Press) سے ۲۰۱۳ء شائع کیا جا چکا ہے۔مصنفہ نے کتاب کے آغاز میں نشان دہی کی ہے کہ اس کتاب کے کچھ ابواب ایسے ہیں جو مختلف رسائل میں اس سے قبل شائع ہو چکے ہیں۔

مصنفہ نے اظہار تشکر (acknowledgement) کے ذیل میں اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب پر کام کرنے کا خیال پروفیسر سید ولی رضا نصر کے اس اولین کام سے مستعار ہے: *The Vanguard of the Islamic Revolution: The Jama'at-i Islami of Pakistan*۔

جماعت اسلامی کی خواتین کارکن کی اکثریت وہ ہے جو متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے اور انھوں نے ان جدید تعلیمی مراکز سے تعلیم حاصل کی ہے جو نوآبادیاتی عہد کے بعد بہت سے مسلمان معاشروں میں قائم ہوئے۔مثال کے طور پر جنرل ضیاءالحق کے دور میں عالمی اداروں کی جانب سے مدد میسر آئی جس کے بدلے میں ۱۹۷۹۔۸۸ تک چلنے والی افغان جنگ میں پاکستان نے مغربی مفادات کے لیے مدد فراہم کی۔اس عرصے میں پاکستان کے شہری علاقوں میں خاصی تعداد میں متوسط طبقے کی خواتین اور مردوں نے یونی ورسٹیوں میں داخلے لیے اور یہی طبقہ ملازمتوں میں بھی نظر آیا۔یہی طبقہ جماعت اسلامی کی سیاست میں سامنے آیا جو یہ تسلیم کرتا ہے کہ سماجی تبدیلی کے لیے تعلیم کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔سید ولی رضا نصر اپنی کتاب Mawdudi and the Making of Islamic Revivalism میں لکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی تعلیم کو ترجیح نہ صرف اس لیے دیتی ہے کہ اسلامی اقدار کا احیا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ ایسے پرخلوص اور نیک افراد کی تربیت کی جائے جو اسلام کے لیے انقلابی عمل کا آغاز، رہ نمائی اور پھر اس کی حفاظت کریں (ص ۱۷۱۔۱۷۲)۔

مصنفہ لکھتی ہیں کہ انھوں نے جماعت اسلامی کی جن خواتین کا انٹرویو کیا ان میں خواتین بھی شامل تھیں جو علم جینیات (genetics)، معیشت، قانون، سیاسیات اور ابلاغ عامہ جیسے علوم میں گریجویشن کی سند حاصل کر چکی تھیں۔یہ علوم وہ ہیں جو بالعموم مغرب کے سماجی و نیچرل سائنس سے تعلق رکھتے ہیں۔ان خواتین میں کوئی بھی ایسی نہ تھی جو روایتی مدارس سے فارغ التحصیل ہو۔ان سب کی غیر رسمی مذہبی تعلیم ان حلقوں پر انحصار کرتی ہے جن کا انتظام جماعت کی خواتین کرتی ہیں۔اس غیر رسمی تعلیم میں مولانا مودودی کے تصنیفی کاموں، ان کی تفسیر قران مجید، ان کی وہ تحریریں جن کا موضوع خواتین اور اسلام ہیں، کو اساسی اہمیت حاصل ہے (ص ۱۷۳)۔

[مولانا] مودودی کو عوامی حلقوں میں خواتین کی شرکت کے مخالف کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔خاص طور پر ان کا تجزیہ یہ ہے کہ خواتین کی آزادی سے تہذیبوں کی بربادی ہوتی ہے۔خواتین کی سیاسی اور سماجی جدوجہد میں جماعت اسلامی کی

جدید تعلیم یافتہ خواتین صنفی تفریق (gender segregation) اور صنفی حقوق (gender rights) کے مابین توازن قائم کرنے کی مخالفت کرتی ہیں (ص ۱۷۴)۔

معیشت اور سیاست میں خواتین کے کردار کو فعال بنانے کے لیے جماعت اسلامی کی خواتین کا ایجنڈا یہ ہے کہ وہ خواتین کے لیے علاحدہ دفاتر یا درس گاہوں میں تربیتی مواقع فراہم کرنے کا مطالبہ کرتی ہیں۔ دوسری جانب جماعت کی خواتین کا اصرار ہے کہ مسلمان خواتین کو حق حاصل ہے کہ انھیں اپنے مرد رشتے داروں کی جانب سے مالی مدد میسر آئے تا کہ انھیں روزگار کی تلاش پر مجبور نہ ہونا پڑے (ص ۱۷۴)۔

قومی نوعیت کے حامل مباحث میں شرکت اور انتخابی سیاست میں دیگر اسلام پسند گروہوں کی طرح جماعت اسلامی کی خواتین بھی انتخاب اور دیگر سیاسی نوعیت کی سرگرمیوں کے لیے لوگوں کو جمع کرتی ہیں۔ اس نوعیت کی سرگرمیوں کا تعلق عوام کے ان حلقوں سے ہوتا ہے جنھیں جدید عوامی حلقوں (modern public sphere) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اس قسم کی سیاسی اور سماجی سرگرمیوں سے شناختوں کی ایسی تشکیل نو عمل (reonstituting of identities) میں آتی ہے جو بنیادی طور پر خواتین کے مذہبی فہم کو تبدیل کر دیتی ہیں۔ جماعت کی خواتین خود کو نیک اور اسلام کے احیا میں مصروف عمل تصور کرتی ہیں جب کہ جدیدیت (modernity) یعنی حقوق کی جدوجہد، آزادی کا حصول اور جمہوریت بہ طور طرز حکومت جیسے جدیدیت کے کلامیوں (discourses of modernity) نے ان کی تربیت میں موثر کردار ادا کیا ہے۔ جماعت اسلامی کی خواتین خود کو جدید تصور کرنے کے باوجود مغرب کی جدیدیت سے فاصلہ رکھتی ہیں، وہ خواتین کے حقوق کے لیے لڑتی ہیں لیکن خود کو تانیثیت (feminism) سے علاحدہ تصور کرتی ہیں۔ دوسری جانب یہ خواتین، جن میں متوسط طبقے کی تعلیم یافتہ باروزگار خواتین بھی شامل ہیں، ایک ایسی مثالی تصور کی حامل ہیں جو اسلام اور جدیدیت کے مابین توازن پیدا کرنے کا دعوے دار ہے (ص ۱۵۴)۔

اس تحریک میں رونما ہونے والی اندرونی تبدیلیوں کی وجہ سے جماعت اسلامی کی خواتین کو سیاسی جدوجہد میں عملی شرکت کا جواز حاصل ہو جاتا ہے۔ جماعت اسلامی کا آغاز ایک اصلاح پسند مذہبی تحریک (religious reformist movement) کے طور پر ہوا تھا جس کا مقصد برطانوی نوآبادیاتی سیاست کے سامنے مزاحمت کرنا اور اس تحریک کو اس دور میں بڑھتی ہوئی ہندو قومیت پسندی سے جدا رکھنا تھا لیکن بعد میں یہ تحریک ایک سیاسی جماعت میں تبدیل ہو گئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جماعت اسلامی نے اپنا پرانا انداز ترک کر کے قومی سیاست میں داخل ہو گئی اور انتخابی سیاست کے لیے مصلحتوں سے کام لیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ جماعت کی نظریاتی اساس میں تبدیلی رونما ہوئی۔ اس دوران جماعت کی رکنیت کے عمل میں بھی کچھ ایسی تبدیلیاں سامنے آئیں جس میں مرد اور خواتین دونوں کے لیے سیاسی جدوجہد لازمی قرار دی گئی۔ تانیثیت کے جدید مظاہر میں دانش ور جن کو نسائی سوال (woman question) سے تعبیر کرتے ہیں

اصل میں وہ غلبہ حاصل کرنے کے لیے ایک ایسا بحث مباحثہ (hegemonic debate) ہے جو ۱۹۷۰ء سے مقامی اور عالمی سطح پر جاری ہے اور جس نے وابستگان تحریکِ تانیثیت اور انسانی حقوق کی حمایت کرنے والوں پر مختلف معاشروں میں اپنے اثرات مرتب کیے ہیں۔ ان اثرات کی وجہ سے پاکستان کی سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے اپنی خواتین کارکنوں کو اس نئے میسر آنے والے خلا کو پُر کرنے کے لیے تحریک دی (ص ۱۷۰)۔

پاکستان میں عرب ممالک کے اثرات یہاں کی ثقافتی زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ دبئی اور جدہ کے اثرات کو خصوصیت سے نچلے طبقے یا متوسط طبقے میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس پاکستان کے بالائی طبقے کی خواتین ان دانش ورانہ رجحانات، سماجی رویوں اور لباس کے انتخاب میں ان انداز کی پیروی کرتی ہیں جن کا نیو یارک اور لندن میں چلن عام ہے۔ مصنفہ لکھتی ہیں کہ وہ جن جماعت اسلامی کی خواتین سے ملی یا ان کے انٹرویوں کیے وہ سعودی عرب یا کسی ایسے ملک میں رہ چکی تھیں جس کا دارو مدار تیل کی درامد پر ہے۔ ان ممالک میں ان خواتین کے شوہر حصول روزگار کے لیے موجود ہیں یا حج یا عمرے کی ادائیگی یا سیر وتفریح کی غرض سے ان خواتین کا وہاں جانا ہوا ہے۔ انٹرویوں دینے والی جماعت اسلامی کی ان خواتین نے کثرت سے جس پہلو کی نشان دہی کی ہے وہ خلیج ممالک کی خواتین کو میسر اسلامی اور جدیدیت کے امتزاج پر مبنی زندگی ہے۔ پاکستانی خواتین کو درپیش اس تضاد کا حل خلیج ممالک کی مسلمان خواتین کی زندگیوں سے اس طرح مل جاتا ہے کہ وہ ایک جانب تو تعلیم اور روزگار کے لیے عوامی مقامات (public places) تک رسائی رکھتی ہیں اور دوسری جانب وہ صنفی تفریق پر مبنی ماحول (gender-segregated environment) میں خود کو زیادہ آرام دہ محسوس کرتی ہیں (ص ۱۷۷)۔

مصنفہ لکھتی ہیں کہ جماعت اسلامی کی خواتین جدیدیت کے تصور کو قبول کرتی ہیں لیکن ان کا اصرار اس امر پر ہے کہ ان کا تصورِ جدیدیت (notion of being 'modern') پاکستان کے دیگر نسائی گروہوں اور مغرب سے جدا ہے۔ اس صورت حال کا درست اظہار کراچی میں جماعت اسلامی خواتین کمیشن (Jamaat-e Islami Women's Commission) کی رہ نما عائشہ اس طرح کرتی ہیں:

> ہمیں جدیدیت سے کوئی خطرہ لاحق نہیں لیکن ہمیں یہ اس خیال رکھنا چاہیے کہ یہ جدیدیت کا تصور ہمارے نظریے سے کس طور ہم آہنگ ہے۔ ہم اس اتنے ہی جدید ہیں جتنا اللہ [رب العزت] نے ہمیں اجازت دی ہے اور ہمارا (سیکولر تانیثیت سے) اختلاف یہ ہے کہ (خواتین کو جدید بنانے کے عمل میں) اسلام کے اساسی اصولوں پر سمجھوتا نہیں ہونا چاہیے (ص ۱۸۳)۔

جدیدیت کے بارے میں جماعت اسلامی کی خواتین کا فہم کثیر المعانی (polysemic) پر مبنی ہونے کے شواہد اس

صورت نظر آتے ہیں جب وہ جماعت اسلامی میں داخل ہونے سے پہلے کی زندگی کا ذکر کرتی ہیں اور ان چیزوں جیسے پردہ وغیرہ کو اختیار کرتی ہیں جنھیں وہ اسلام سے تعبیر کرتی ہیں۔ مصنفہ لکھتی ہیں کہ انھوں نے فاطمہ کا جو انٹرویو کیا وہ اسی حوالے سے اہم ہے۔ جماعت اسلامی میں آنے سے قبل وہ اپنی زندگی کی وضاحت اس طرح کرتی ہیں:

> میں ہندوستانی فلموں کی بہت شوقین تھی۔ میں ٹیلی وژن کے بغیر رہ نہیں سکتی تھی۔ شادی کی تقریبات میں مجھے خصوصی دعوت نامے لڈی، بھنگڑا اور دیگر قسم کے رقص کرنے کے لیے ملتے تھے۔ میں کرکٹ میں دل چسپی لیتی تھی۔ میں ایک فیشن زدہ قسم کی لڑکی تھی (ص ۱۸۰)۔

اپنی ذاتی اور مذہبی زندگی میں تبدیلی کے بارے فاطمہ وضاحت کرتی ہیں کہ اس میں جماعت کی ان تسلسل سے ہونے والی تربیتی نشستوں کا اہم کردار ہے جن کی وجہ سے صبر اور برداشت جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں جو معاشرے میں فعال رہنے کے لیے ناگزیر ہیں۔ جماعت اسلامی میں آنے سے پہلے کی زندگی کو فاطمہ دورِ جاہلیہ سے تعبیر کرتی ہیں۔ اس طرح کی پیش رفت فرد اور سماجی و سیاسی تحرک کے مابین ایسا رشتہ استوار کرتی ہے جیسا کہ جماعت اسلامی کی خواتین اپنے تاریخی تصور کے ساتھ موجود ہیں۔ کانٹ ویل اسمتھ (Cantwell Smith) اسے تحرک معاشرہ (community in motion) سے تعبیر کرتا ہے۔ فاطمہ کے درج ذیل تاثرات سے یہ صورت حال مترشح ہے:

> اسلام کا مطلب کیا ہے؟ آگے بڑھو اور جہالت کو چھوڑ۔ درست انداز میں آگے بڑھو۔ اگر ایسا ہے تو ہم (سیکولر تانیثیت پسندوں سے زیادہ) جدید ہیں۔ ہم ہر سمت میں آگے بڑھ رہے ہیں چاہے اس کا تعلق معاملات، اخلاقیات، معاشرت یا معیشت سے ہو۔ میں نے تمھارے سامنے اپنی زندگی کی تصویر پیش کی ہے۔۔۔
> میں آپ سے ایک سوال پوچھتی ہوں کہ آپ کیا سمجھتی ہیں کہ میں پہلے جدید تھی یا اب؟ (ص ۱۸۱)

جماعت اسلامی کی خواتین کے تجربات کو اسلام اور مغرب کے مابین ثقافتی کلامیے (cultural discourses) کی صورت میں رکھ کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مابعد نو آبادتی عہد میں جو صورت حال سامنے آئی ہے جسے برصغیر میں بورژوا طبقہ (bourgeois) کی تعمیر کے منصوبے کے طور پر اساسی اہمیت حاصل ہے (ص ۱۸۴)۔

جماعت اسلامی کا تصور اسلام جنوبی ایشیا میں روایتی تصور اسلام کے لیے پیش رفت کے بجائے رکاوٹ کا باعث ہے۔ اس لیے مصنفہ لکھتی ہیں کہ ان کی کتاب کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ پاکستان میں خواتین کے لیے اسلامک منصوبوں (Islamist project for women) کے امکانات اور ان کی حدود کو دانش ورانہ اور سیاسی جانچ پڑتال

کے لیے پیش کیا جائے۔ اول یہ کہ جماعت اسلامی کی خواتین اپنی سماجی اور ثقافتی حیثیتوں میں لبرل اور سیکولر سماجی گروہوں کے لیے مزاحمت پیش کر رہی ہیں اور یہ خواتین دیہاتوں اور شہروں میں باروزگار خواتین کی رہنمائی کی دعوے دار ہیں۔ دوم یہ کہ جماعت کی خواتین کے جدید منصوبے (Jamaat women's modernist project) دیگر صنفی تفریق پر مبنی شہریوں (gendered citizen-subjects) کے لیے رکاوٹ اس لیے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی موضوعات کی تشکیل میں امتیازی رجحان اساسی ہوتا ہے (ص ۲۸۴)۔

فہرستِ مشمولات:

۱۔

Acknowledgements

Introduction

Transnational Identities and Religious-Political Modernities

۱۔ Newly Emerging Subjects

Feminism, Islamic Feminism, and Post-Islamic Feminism

۲۔ The Spaces of the Public-Religious

۳۔ Politics of Morality

۴۔ Vanguard of a New Modernity?

Cultural Politics in a Postcolonial State

۵۔ Gender and Development and its Discontents

Jamaat Women and the 'Women Question' in Pakistan

۶۔ To Forbit Evil and Enjoin Virtue

Creating Moral Citizens

۷۔ Conclusion

Gendered Selves, Modernist Trajectories and Community Building

Appendix

Glossary

Bibliography

Index